مرجع ومرکزِ تحریکِ خلافت وتحریکِ آزادیِ ہند

حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی

یٰسٓ اختر مصباحی
دارُالقلم، دہلی

حضرت مولانا قیام الدین محمد عبدالباری، فرنگی محلی (ولادت ۱۰؍ربیعُ الآخر ۱۲۹۵ھ/ ۱۴؍اپریل ۱۸۷۸ء۔ وصال ۴؍رجب ۱۳۴۴ھ/۱۹؍جنوری ۱۹۲۶ء، بروز سہ شنبہ)

بن مولانا عبدالوہاب، فرنگی محلی بن عبدالرزّاق بن جمال الدین بن علاء الدین احمد بن انوارُالحق بن احمد عبدالحق بن مُلّا محمد سعید، سہالوی بن مُلّا، قطب الدین شہید، سہالوی۔

حضرت مولانا قیام الدین محمد عبدالباری، فرنگی محلی، چودھویں صدی ہجری کے نصفِ اول کی وہ مقتدر شخصیت ہے، جس کے محور پر، عہدِ جدید کی ہندوستانی مسلم تاریخ، بلکہ ہندوستانی سیاست کی جدید تاریخ، بڑی حد تک، گردش کرتی ہوئی، نظر آتی ہے۔

آپ کے ابتدائی اَحوال اور تعلیم وتربیت کے بارے میں، آپ کے تذکرہ نگار، بیان کرتے ہیں کہ:

''اِس آفتابِ عزّت واِقبال کا طلوع ۱۰؍ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ یوم یک شنبہ مطابق ۱۴؍اپریل ۱۸۷۸ء کو، ملکُ العُلماء، مُلّا حیدر کی محل سرائے کے، ڈیرہ سے ہوا۔

حسبِ معمول، ساتویں دن، عقیقہ ہوا۔ اور جدِّ اَمجد نے
''قیام الدین محمد عبدالباری'' اسمِ گرامی، تجویز کیا۔

سچ ہے کہ: اِنَّ الْاَسْمَاءَ تَتَنَزَّلُ مِنَ السَّمَاء۔

خدا نے، اِس نام کی برکت سے مولانا کو، واقعی، قِیَامُ الْمِلَّۃِ وَالدِّین بنا دیا۔

جب، عمرِ مبارک، پانچ (۵) سال کی ہوئی، جدِّ اَمجد (حضرت مولانا عبدالرزّاق، فرنگی محلی بن مولانا جمال الدین، فرنگی محلی) کی خدمت میں، رسمِ تسمیہ خوانی ہوئی۔

اور قرآن شریف، حافظ حاتم علی صاحب اور بعد کو، حافظ عبدالوھّاب صاحب، نبیرۂ نواب ظہیرالدّ ولہ مرحوم سے حفظ کیا اور فارسی اور حساب وغیرہ کی تعلیم، متفرق اساتذہ سے حاصل کی۔

اس کے بعد کتبِ درسیہ کی تحصیل، شروع فرمائی۔ ۱۳۱۸ھ میں ختمِ درس فرمایا۔

جس وقت، کتبِ درسیہ کی تحصیل، شروع کی، ایک دن بھی، ناغہ نہیں ہوا۔

ہمیشہ، درس میں قاری ہوتے۔ پابندی کا، یہ عالَم تھا کہ:

جس دن، آپ کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا، اُس دن بھی دفن کے بعد، حضرت استاذُ الوقت (مولانا سید عینُ القضاۃ، لکھنوی) کی خدمت میں، درس کے لئے حاضر ہوئے۔

مگر، حضرتِ استاذ، فضائل واَجرِ صبر، بیان فرماتے رہے۔ اور سبق، موقوف نہیں رکھا۔

میزان سے لے کر متوسِّطات تک، اکثر کتب، حضرت مولانا عبدالباقی (فرنگی محلی) سے پڑھیں۔ اِس زمانے میں، جب کہ:

حضرت مولانا عبدالباقی صاحب حج کو تشریف لے گئے تھے، قطبی مع حاشیۂ میبذی، خلاصۃُ الحساب، اُقلیدس، تفسیر جلالین، اور نفحۃُ الیمن، مولانا غلام احمد، پنجابی سے پڑھیں۔

مُطوَّلات میں اکثر کتب، مثلاً: شرحِ سُلَّم مُلّا حمداللہ سندیلوی، قاضی مبارک، حواشیِ میر زاہد بر مُلّا جلال وبر اُمورِ عامّہ، شرحِ مواقف، شرحِ ہدایۃ الحکمۃ لِلشّیرازی، شمسِ بازغہ، شرحِ ملخّص لِلعلاّمۃ الچغمینی، بست باب اصطرلاب، حاشیۂ خیالی بر شرحِ عقائدِ نسفی

اور اصولِ فقہ میں مُسَلَّمُ الثُّبُوت، مولانا عینُ القضاۃ رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے پڑھیں۔

اور میر زاہد رسالہ مع حاشیۂ مُلّا غلام یحییٰ ودیگر منقولات مطوّلات، مولانا عبدالباقی صاحب سے پڑھیں، اور ہدایہ وصحیح بخاری، باوجودے کہ مولانا عبدالباقی سے پڑھی تھیں، استاذُ الوقت (مولانا سید عینُ القضاۃ، لکھنوی) کے فرمانے کے مطابق، دوبارہ، استاذُ الوقت سے پڑھیں۔

ختمِ کتب کے بعد، مولانا عبدالباقی صاحب نے اپنے مَرویّات کی مع مسلسلات، وغیرہ کے، اپنے سامنے پڑھوا کر، اجازت، عنایت فرمائی۔

مولانا (عبدالباری، فرنگی محلی) جب، اپنے والدین کے ہمراہ ۱۳۰۹ھ میں مدینہ منورہ، حاضر ہوئے تھے، تو، سید علی بن سید ظاہر وتری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ نے مولانا کے والد ماجد (مولانا عبدالوھّاب، فرنگی محلی) کو، جو اِجازۂ حدیث، عطا فرمایا تھا اُس میں، مولانا اور آپ کے بڑے بھائی کو بھی، اِجازتِ حدیث، مرحمت فرمائی تھی۔

مولانا کے والد ماجد نے، سید علی وتری رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِ سے فرمایا کہ:
میرے اِس بچے نے تو، ابھی تک، عربی، شروع بھی نہیں کی ہے۔''
محدِّثِ موصوف نے جواباً فرمایا کہ:

''میں نے، ان کو، تفاؤلاً، اُسی طرح، سند دی ہے، جس طرح، حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے
حافظ سیوطی **رَحِمَهُمَا اللّٰهُ تَعَالیٰ** کو، اجازت، مرحمت فرمائی تھی۔''

اس سفر میں مولانا کو، سید امین رضوان اور سید محمد باشلی حریری سے بھی اجازتِ کتبِ حدیث
اور دلائل الخیرات، حاصل ہوئی تھی۔

ختمِ کتب کے بعد مولانا کو اپنے نانا، مولانا نورُالحسنین بن ملکُ العلماء، مولانا حیدر سے
اجازت بسلسلۂ سید عابد سندھی اور سید احمد دَحلان (شافعی، مکّی) حاصل ہوئی۔

زمانۂ تحصیل ہی سے، مولانا نے، تدریس کا سلسلہ، جاری فرما دیا تھا۔
ہم لوگوں کے اَسباق اُس زمانے میں ہوتے تھے
جب مولانا، حمدُ اللہ اور شمسِ بازِغہ پڑھتے تھے۔
اُسی زمانے میں مُلّا حَسَن اور دیگر کتبِ مطوّلہ کا بھی مولانا، درس دیتے تھے۔''

(ص ۱۰۶ تا ص ۱۰۸۔ **تذکرۂ علمائے فرنگی محل**۔ مؤلّفہ مولانا محمد عنایت اللہ، فرنگی محلی۔ مطبوعہ ۱۹۳۰ء)

''تکمیل کے بعد، اَسباق کی بہت کثرت ہوگئی تھی۔ نمازِ فجر سے لے کر، دس (۱۰) بجے تک
اور ظہر کے بعد سے عصر تک، اور اکثر اوقات، شب کو بھی، تدریس کا سلسلہ، جاری رہتا تھا۔
بعض بعض زمانے میں، پندرہ (۱۵) اَسباق، روزانہ کی نوبت آجاتی تھی۔
مولانا (عبدالباری، فرنگی محلی) کی عادت تھی کہ:
شب کو، تدریس کی کتابوں کا مطالعہ، ضرور فرماتے تھے۔
کتابیں، مطالعہ کرنے میں، اِس درجہ، مستغرق ہوجاتے کہ:
بعض اوقات، دو اور تین بھی، رات کے، بج جاتے تھے۔ اور مولانا، کتاب دیکھا کرتے تھے۔
ایک پلنگ، لکڑی کا بنوایا تھا۔ اس پر، چمڑے کا نہایت سخت تکیہ رکھ کر، بلا بچھونے کے
لیٹتے اور سرہانے، روشنی رکھ کر، کتاب دیکھنا شروع کرتے۔ اکثر فرماتے کہ:
''اِس طریقہ سے نیند، کم آتی ہے۔ اور اگر، آنکھ لگ جاتی ہے، تو، جلد کھل جاتی ہے۔''
اُس زمانے میں قیلولہ، کبھی نہیں، فرماتے تھے۔
بلکہ مطالعۂ کتب میں مصروف رہتے اور اِستفتوں کے جواب، تحریر فرماتے۔
والدِ ماجد کی تاکید تھی کہ بغیر کتاب دیکھے ہوئے، معمولی سے معمولی فتوے بھی تحریر نہ کرو۔
مولانا فرماتے تھے کہ: میری عادت تھی کہ:

جواب لکھتے وقت، کتابوں کے مقامات، بِالاستیعاب دیکھتا تھا۔
اور حتّی الامکان، اس باب کے سب مسائل پر، نظر ڈال جاتا تھا۔''

والدِ ماجد (مولانا عبدالوهّاب، فرنگی محلی) کے انتقال، محرم ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء کے بعد
مولانا نے، اپنی والدہ اور بھائی اور استاذ کے ہمراہ، عراق اور حرَمین کا سفر کیا۔
۲۳/رجب ۱۳۲۱ھ کو، وطن (لکھنؤ) سے مع اہل وعیال کے، روانہ ہوئے۔
پاسپورٹ، نہ ملنے کی وجہ سے بمبئی میں ایک ماہ، قیام فرمایا۔ اور آخر شعبان میں
بمبئی سے، بَصرہ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور رمضان شریف میں بغداد پہنچے۔
بَصرہ اور بغداد کے تمام متبرّک مقامات کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔
بغداد کے صاحبزادے، بے حد عزت واحترام اور اخلاق سے پیش آئے۔
اور حضرت نقیبُ الاشراف، سید عبدالرحمٰن گیلانی زادہ، رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ نے
سَلاسِل کے علاوہ، سندِ حدیث بھی، مرحمت فرمائی۔
.........شروع ذی الحجہ میں مکہ شریف پہنچے اور یَنبوع سے مدینہ منورہ، وَسطِ محرم میں پہنچے۔
پورے سات (۷) ماہ، وہاں، حاضری رہی۔
اسی اَثنا میں، سید علی وتری، رَحمَۃُ اللّٰہِ عَلَیہِ سے کتبِ حدیث اور ادب
پورے طور پر پڑھے اور ان سے اور دیگر عُلما سے اجازت اور اسناد، حاصل کیے۔
نیز، دَورانِ حاضری، مدینہ شریف میں بعض اہلِ مدینہ کو سبق بھی پڑھاتے رہے۔
شعبان ۱۳۲۲ھ کے وَسط میں، بعد شبِ براءت کے، مدینہ شریف سے روانہ ہوکر
یکم رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو، وطن (لکھنؤ) واپس ہوئے۔
چوں کہ مولانا کے بڑے بھائی کی علالت کا سلسلہ، شروع ہو چکا تھا
اِس سلسلے میں، مولانا موصوف کے انتقال تک ''بانسہ شریف'' میں مقیم رہے۔
بھائی کے انتقال کے بعد مولانا کی ذِمّہ داریاں، بہت بڑھ گئی تھیں۔''

(ص ۱۰۹۔ **تذکرۂ علمائے فرنگی محل**۔ مؤلّفہ مولانا محمد عنایت اللہ، فرنگی محلی۔ مطبوعہ لکھنؤ۔ ۱۹۳۰ء)

''مولانا نے فرنگی محل کے اَطفال کے لئے خاص کر اور نیز، عامّۂ اہلِ اسلام کی تعلیم کے لئے
''مدرسہ نظامیہ'' ۹/رجمادیٰ الاولیٰ ۱۳۱۳ھ (یومِ وفاتِ استاذُالھند، مُلّا، نظام الدین محمد، سہالوی)
کو، جاری فرمایا۔ **اور اس میں جدید طریقۂ تعلیم کو، رائج فرمایا۔''**

......مولانا کا، ایک زمانہ تک، مرکزِ توجہ، صرف مدرسہ ہی رہا۔

جب، مولانا کو مدرسہ کی جانب سے بڑی حد تک، اطمینان ہو گیا
اور اتفاق سے، جنگِ بلقان (۱۹۱۲ء)، اس کے بعد، مسجد کان پور کا واقعہ (۱۹۱۳ء)
پھر، ترکوں کے ساتھ، لائڈ جارج کے شرمناک ظلم کے پے در پے
ایسے واقعات، پیش آئے جنھوں نے عالمِ اسلام میں تلاطم پیدا کر دیا۔
اور، یہ صاف نظر آنے لگا کہ:
یورپ کے اقتدار پسند اور اسلام کے دشمن، مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر
تُلے ہوئے ہیں۔ **تب، مولانا، علمائے حقانی کے طور پر، دلیرانہ اور مجاہدانہ طور پر**
سیاسیاتِ مذہبی میں کمالِ سرگرمی اور جانفشانی سے منہمک ہو گئے۔
اور خُدّامِ کعبہ، خلافت کمیٹی اور جمعیۃُ العلما کا، بالترتیب، سنگِ بنیاد رکھا۔

...........بہر حال! ان تمام تحریکات میں مولانا نے، دامے دِرمے قدمے سخنے
جو، جو، کوششیں کی ہیں، وہ، اخبار بیں حضرات، خوب جانتے ہیں۔
جس قدر، ذاتی روپیہ، مولانا نے ان تحریکات پر صَرف کیا ہے
اُس کی مجموعی مقدار، کسی طرح، چالیس (۴۰) پچاس (۵۰) ہزار روپیہ سے کم نہیں۔

..........جب، ابنِ سعود نے، حَرَمَین پر قبضہ کر کے اپنے بدعاتِ وَاہیہ کو رائج کیا۔
اور خدا، اور اس کے رسول کے مقرّر کیے ہوئے حَرم اور جائے امن کو، قتل گاہِ اہلِ اسلام بنا لیا
تو، مولانا سے، اور ساتھی لیڈروں سے اختلاف پیدا ہو گیا۔ جس نے بہت طول پکڑا۔
مولانا نے، اُس وقت کوششِ بلیغ سے ''خُدَّامُ الْحَرَمَین'' کی بنیاد ڈالی، جو، آج تک، قائم ہے۔
ان کاموں میں مولانا کو، اس قدر اِنہماکِ شدید تھا کہ:
اکثر، دن بھر، اور رات کے دو ثُلث حصوں میں، انھیں اُمور پر عملی توجہ، مبذول رہتی۔
خلافت کمیٹی کی اِمداد کے سلسلے میں مولانا نے اپنے ذاتی مصارِف سے تمام ہندوستان کا
یا، تو، سفر فرمایا، یا۔ اپنے بھائیوں، بھتیجوں کو بھیجا۔ خود، تقریباً، ہر دوسرے مہینے، بمبئی کا سفر فرماتے۔
بہر حال! عمر کا آخری حصہ، مولانا نے، اِسی جہاد میں بسر فرمایا۔''

(ص ۱۱۰ و ۱۱۱۔ **تذکرۂ علمائے فرنگی محل**۔ مؤلّفہ مولانا محمد عنایت اللہ، فرنگی محلی، لکھنوی۔
مطبوعہ اشاعت العلوم۔ فرنگی محل لکھنو۔ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء)

تذکرہ نگار نے، آخر کی جن سرگرمیوں کا ذِکر کیا ہے، اُن کا تعلق ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۲ء سے زیادہ
ہے۔ اسی زمانے میں تحریکِ خلافت و تحریکِ تَرکِ موالات و تحریکِ ہجرت کا آغاز اور عروج ہوا۔
ان ہنگامہ خیز تحریکات نے مسلمانانِ ہند کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔
ان تحریکات کا ''نقطۂ پَرکار'' حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی کی ذاتِ گرامی تھی۔
مگر، افسوسناک حقیقت، یہ بھی ہے کہ:
ان تحریکات کی بعض سنگین بے اِعتدالیوں نے شرعی مؤاخذات کے ساتھ
تاریخی نقصانات کے واضح اِمکانات بھی پیدا کر دیے تھے۔
تفصیل و تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں: ''عُلماے اہلِ سُنَّت کی بصیرت و قیادت''
بقلم، یٰسٓ اختر مصباحی۔ دارُالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر۔ نئی دہلی ۲۵۔
حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی، جیّد اور جلیلُ القدر عالمِ اہلِ سُنَّت تھے۔
مولانا محمد عنایت اللہ، فرنگی محلی (متوفی ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) لکھتے ہیں کہ:
''باوجود، اِن مشاغل کے، عبادت و ریاضت اور خدمتِ علم میں کبھی، کوتاہی، نہیں فرمائی۔
مدۃُ العمر، سفر و حضر میں، کبھی بھی، جماعت کے ساتھ، نماز، ناغہ نہیں ہوئی۔
ہمیشہ، سفر میں، محض ضرورتِ جماعت کے لئے، دو آدمی، ہمراہ لے جاتے۔
رمضان المبارک میں شب و روز میں کبھی، دو اور کبھی کچھ کم و بیش
قرآن ختم کرتے اور سِوَا، دو تین گھنٹوں کے، بالکل آرام، نہ فرماتے۔
وفات سے چند سال پیشتر، مولانا کو، زہر، استعمال کرا دیا گیا۔
جس کا اثر، فوراً، معلوم ہونے پر، مداوا کیا گیا، مگر، اِفاقہ نہیں ہوا۔

..........تقریباً، سوا گیارہ بجے شب کو، ۴/رجب ۱۳۴۴ھ/ مطابق ۱۹/جنوری ۱۹۲۶ء
روز سہ شنبہ، شبِ چہار شنبہ کو، حضرت نے رِحلت فرمائی۔
شہر بھر میں، ایک تہلکہ اور کہرام تھا۔ صبح کو، بعد نمازِ فجر، غُسل، شروع ہوا۔
اور دس بجے کے قریب، جنازہ، تیار ہو کر، اوّل، مزارِ مبارک حضرت مخدوم شاہ مینا
قُدِّسَ سِرُّہٗ پر، لے گئے۔ اور وہاں، حضرت قطب میاں صاحب نے، نمازِ جنازہ پڑھائی۔
اس کے بعد، باغِ حضرت مولانا انوارُالحق کے متصل سڑک پر
دوبارہ، جناب حکیم مولوی وَہاجُ الحق صاحب نے نماز پڑھائی۔''

(ص۱۲۲و۱۲۳ ''**تذکرۂ عُلمائے فرنگی محل**''۔ مؤلّفہ مولانا محمد عنایت اللہ، فرنگی محلی)

حضرت مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی، مظفر پوری (متوفی ۹ر رمضان ۱۴۳۹ھ/۲۶ر مئی ۲۰۱۸ء)

حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی کے تعارف وتذکرہ میں، رقم طراز ہیں:

''قُدوۃُ الْخَلَف، بقیۃُ السَّلَف، حضرت علاّمہ شاہ، محمد عبدالباری بن حضرت مولانا شاہ عبدالوھّاب بن حضرت مولانا شاہ عبدالرزّاق بن غیظُ المنافقین، مُھلِکُ الوھّابین، حضرت مولانا شاہ محمد جمالُ الدین، فرنگی محلی، قُدِّسَتْ اَسْرارُھُم، ۱۲۹۵ھ میں فرنگی محل لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالباقی، فرنگی محلی، مدنی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ سے اکثر علوم کا درس لیا۔

چند کتابیں، حضرت مولانا عینُ القضاۃ، حیدرآبادی، لکھنوی

تلمیذِ مولانا محمد عبدالحئی، فرنگی محلی سے پڑھیں۔

۱۳۲۲ھ میں، حَرمینِ طیبین کا سفر کیا۔ اور حج کے بعد، مدینہ طیبہ میں حضرت علاّمہ سید علی بن ظاھرُالوَتری المَدنی اور شیخُ الدّلائل، علاّمہ سید امین بن رضوان اور علاّمہ شیخ سید احمد، برزنجی، مدنی اور حضرت شیخ المشائخ، سید عبدالرحمٰن، بغدادی، نقیبُ الاشراف، قَدَّسَ اللہُ اَسْرَارَھُم سے

سندواجازتِ حدیث وسَلاسِلِ طریقت، حاصل کی۔

آپ کو، تمام علوم میں، تبحُّرِ تام، حاصل تھا۔

فاضلِ بریلوی، مولانا احمد رضا، آپ کو ''فاضلِ اَکمل'' کہتے تھے۔

حَرمینِ طیبین سے واپسی کے بعد، مدرسہ نظامیہ (فرنگی محل) میں، درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ پوری قوت سے درس دیتے تھے۔ **پہلے، فنون سے دل چسپی تھی۔**

آخر میں، صرف حدیث شریف پڑھاتے تھے۔

بڑے بڑے عُلَما اور فُضَلا نے آپ سے، اَخذِ علوم کیا۔

آپ کو سیاست سے بھی بڑی دل چسپی تھی۔ مسٹر گاندھی کو آپ ہی کی ذات سے شہرت نصیب ہوئی۔ مگر، اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سُنَّت، مولانا شاہ احمد رضا، بریلوی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ کے **توجہ دلانے پر، مسٹر گاندھی کا ساتھ، چھوڑ دیا۔**

بقیعِ مبارک، مدینہ طیبہ اور جنّتُ المعلیٰ، مکہ معظّمہ کے مزارات کے اِنہدام

اور سعودِیوں کے مظالم وجَفا کی آپ نے بھی، سخت مخالفت کی۔

......آپ نے، مولانا تھانوی کو، حفظ الایمان کی کفری عبارت سے توبہ کے لئے

بار بار، متوجہ کیا۔ مگر، ان کو توبہ کی توفیق، نصیب نہ ہو سکی۔

جَوادوسخی تھے۔ مہمان کے اِکرام میں کافی مبالغہ کرتے تھے۔

نماز باجماعت کے خیال سے ہر سفر میں، دو آدمیوں کو ساتھ، رکھتے تھے۔'' اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص۱۷۳وص۱۷۴۔ ''تذکرۂ عُلمائے اہلِ سُنَّت''۔ مؤلّفہ مولانا محمود احمد قادری، رفاقتی، مظفر پوری مطبوعہ کان پور۔ یوپی۔ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

''جمعیۃُ العلما کی تاسیس، فرنگی محل، لکھنؤ کے نامور عالِمِ دین

حضرت مولانا شاہ عبدالباری فرنگی محلی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے کی تھی۔

ان کا مطمحِ نظر، انگریزی راج میں مسلم مفادات کا حصول اور تحفظ تھا۔

......اس کا پہلا اجلاس، حضرت رسول نُما کی درگاہ شریف، دہلی میں ہوا تھا۔

جس میں، کسی دیوبندی مولوی کی شرکت، نہ تھی۔

......امامِ اہلِ سنَّت، حضرت مولانا احمد رضا، بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے

حضرت مولانا عبدالباری کو ایک خط میں مفید، مشورہ دیا کہ:

''جمعیۃُ العلما کی صدارت، آپ اپنے ذمہ رکھیں تو، بہتر رہے گا۔

آپ، پھر بھی، ہم لوگوں سے قریب ہی رہیں گے۔''

امامِ اہلِ سنَّت کی مومنانہ فراست تھی، جس نے آندھی طوفان اُٹھنے سے پہلے

اُس کے رُخ کو متعین کر دیا تھا۔

بِالآخر، جمعیۃ کے کلیدی عہدوں پر، دیوبندیوں کا قبضہ ہو گیا۔

صدارت ونظامت پر، ان کا قبضہ ہو گیا۔'' الخ۔

(ص۴۰۵وص۴۰۶۔ ''سوانحِ رفاقتی''۔ مؤلّفہ مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی، مظفر پوری۔ کاروانِ رفاقت، اسلام پور۔ مظفر پور۔ بہار۔ ۱۴۳۱ھ/نومبر ۲۰۱۰ء)

''دارُالعلم والعمل، فرنگی محل، لکھنؤ سے ماہنامہ ''اَلنِّظامِیَّہ'' جاری ہوا۔

اور امامُ العلما، بُرہانُ العلم والعمل، مولانا شاہ محمد عبدالباری، فرنگی محلی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی اُسے، زبردست سرپرستی، حاصل رہی۔

''اَلنِّظامِیَّہ'' نے مسلکِ اہلِ حق کی خوب خوب تائید کی۔

مولوی تھانوی کے اَباطیل کے بُطلان میں ''اَلنِّظامِیَّہ'' نے سرگرمی دکھائی۔

بدایوں و بریلی کے بزرگوں نے، ان سے اِشتراکِ عمل کیا۔" الخ

(ص ۳۳۴۔ "سوانحِ رفاقتی"۔ مؤلّفہ مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی۔ مطبوعہ ۲۰۱۰ء)

"دارالعلوم معینیہ، عثمانیہ (اجمیر شریف) کے اِہتمام و اِنصرام کے لئے
میرِ مجلس، شیخُ الاسلام حضرت مولانا شاہ محمد انوارُ اللہ، فاروقی، حیدرآبادی، عَلَیہِ الرَّحمَۃ
کی منظوری سے "کمیٹی صدر"، "کمیٹی منتظم" کا قیام عمل میں آیا۔

"مجلسُ العلما" کے قیام کی تجویز، مرجعِ اَنام، حضرت مولانا شاہ محمد عبدالباری، فرنگی محلی
قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمائی۔

میرِ مجلس، حضرت شیخ الاسلام (حیدرآبادی) قُدِّسَ سِرُّہ نے
اِس تجویز کو غایت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور منظوری، عطا فرمائی۔

ایسے عظیم الشان اور مرکزِ اسلامیانِ ہند کے تعلیمی اِنصرام کے لئے اَکابرِ علم و معرفت اور اَعاظمِ ہند اولیا و علما میں سے منتخب افراد منتخب کیے گئے، جن کی تعداد، تیرہ (۱۳) پر مشتمل تھی۔

"مجلسُ العلما" ۱۳۳۶ھ میں قائم ہوئی اور اسی برس کی روداد میں ان حضرات کے نامِ نامی مندرج ہیں۔ بعد میں، چند دوسرے حضرات کے ناموں کی بھی شمولیت ہوئی۔

(۱) مولانا شاہ پیر، سید مہر علی شاہ، گرلڑہ شریف، پنجاب۔
(۲) حضرت مولانا حکیم، سید برکات احمد، ریاستِ ٹونک، راجستھان۔
(۳) رئیسُ المتکلّمین، حضرت مولانا سید محمد سلیمان اشرف، پروفیسر، مدرسۃُ العلوم، علی گڑھ۔
(۴) حضرت مولانا شاہ، قیام الدین محمد عبدالباری، فرنگی محلی، مرکزِ علم و عمل، فرنگی محل، لکھنؤ۔
(۵) حضرت مولانا شاہ محمد سلیمان، قادری، چشتی، پھلواروی، عظیم آباد، پٹنہ، بہار۔
(۶) حضرت مولانا سید، دیدار علی شاہ، محدّث اَلْوَرِی، لاہور۔
(۷) حضرت مولانا شاہ، محمد حامد رضا خاں، بریلی شریف۔
(۸) صدرُ الافاضل، مولانا حکیم محمد نعیم الدین، مرادآبادی۔
(۹) استاذُ العلما، مولانا مفتی محمد عنایت اللہ، فرنگی محلی
صدر المدرسین، جامعہ نظامیہ، فرنگی محل، لکھنؤ۔
(۱۰) مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ، علی گڑھی، صدرالمدرسین، مدرسہ لُطفیہ، علی گڑھ۔
(۱۱) مولانا مفتی نثار احمد، کان پوری، مفتیِ آگرہ۔

(۱۲) مولانا شاہ، عبدالکریم، چتّوڑی۔
(۱۳) مولانا شاہ، غلام محی الدین، ویرگامی۔

جو نصابِ تعلیمی، مولانا محمد معین الدین، اجمیری نے اپنے قائم کردہ، مدرسہ معینُ الحق، ۱۳۲۷ھ کے لئے مرتّب کیا تھا، میرِ مجلس دارالعلوم، حضرت شیخ الاسلام، عارف باللہ، مولانا حافظ حاجی شاہ محمد انوارُ اللہ، چشتی نے اُسی کو برقرار، رکھا اور مرجعِ اَنام، مولانا محمد عبدالباری، فرنگی محلی نے بھی اُسے پسند فرمایا۔ چنانچہ، وہ نصاب، دارالعلوم، (معینیہ عثمانیہ) کا نظامِ تعلیمی، قرار پایا۔ اِلیٰ آخِرِہٖ۔

(ص ۸۲ ج و ص ۸۳۔ سوانحِ رفاقتی۔ مؤلّفہ مولانا محمود احمد، قادری، رفاقتی، مظفر پوری۔
کاروانِ رفاقت، اسلام پور، مظفر پور، بہار۔ مطبوعہ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)

حضرت مولانا عبدالباری، فرنگی محلی کے وہ مذہبی خیالات و اَفکار، جو، مذہبِ اہلِ سُنّت و جماعت کی تائید اور فِرَقِ باطلہ کی تردید پر مشتمل ہیں، اُن کا ایک خلاصہ، ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

"اِس وقت "فتاویٰ قِیَامُ الْمِلَّۃِ وَالدِّین" حصہ اول کا ایک پرانا نسخہ
میرے پیشِ نظر ہے، جو، فرنگی محل کے اکابر علما کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔
اس کی جمع و ترتیب کا، کام، خود، مولانا عبدالباری، فرنگی محلی نے انجام دیا ہے۔
مولانا فرنگی محلی نے اس میں ایک خاص رعایت، یہ برتی ہے کہ:
جہاں کہیں، آپ کو کچھ کمی نظر آئی، یا۔ کچھ تردُّد ہُوا، اُس کے آگے "جامعُ الفتاویٰ" کا نوٹ لگا کر، تسلی بخش وضاحت فرمادی ہے۔

پیش ہے فتاویٰ قِیَامُ الْمِلَّۃِ وَالدِّین کی روشنی میں
مولانا عبدالباری، فرنگی محلی کے اَفکار و عقائد کی چند جھلکیاں:

(۱) جو شخص، اِس بات کا قائل ہو کہ، خدا تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ممکن ہے، وہ، کافر ہے۔ ص ۲۷۳
(۲) جو شخص، نبیِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کے بعد
کسی نبی کے آنے کو، ممکن قرار دے، وہ، کافر ہے۔ ص ۳۷۔
(۳) سرکارِ رسالت پناہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کی طرف، منسوب
اور آپ سے متعلق کسی چیز کی بھی، توہین و تحقیر، کفر ہے۔ ص ۱۶۷۔
(۴) نبیِ اَکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم کو، بعطائے الٰہی، علمِ غیب، حاصل تھا۔
بلکہ، جَمِیع ماکانَ وَمایکون کا علم، آپ کو، دیا گیا ہے۔ ص ۶۹۔ ۱۹۰۔

(۵) انبیا اور اولیا کو، علمِ غیب سے بالکل خالی سمجھنا، معاذ اللہ، کفر سے خالی نہیں۔
کیوں کہ، اِس سے بعض آیاتِ قرآنی اور وُسعتِ قدرت کا انکار، لازم آتا ہے۔ ص ۷۷۔
(۶) اہلِ سُنَّت و جماعت کے نزدیک، صراحۃً، ثابت ہے کہ:
حق تعالیٰ نے، سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، اوّلین، آخرین، ماضی، مستقبل بدءِ خلق، تا قیامت، ما کانَ وَ مایکون، بلکہ، تمام جُزو کُل کا علم، عطا فرمایا ہے۔ ص ۴۷۔
(۷) حضور کے شفیع ہونے میں شک کرنے والا شخص، دشمنِ رسول ہے۔
یا۔ ملحد و بے دین ہے۔ یا۔ پھر، زندیق ہے۔ ص ۸۷۔
(۸) میلاد شریف کو، کسی کے جَنم دن، وغیرہ سے تشبیہ دینا، کفر ہے۔ ص ۱۶۷۔
(۹) قیام، بوقت ذکرِ ولادتِ خیر الانام، جائز و مستحسن ہے۔ ص ۹۷۔
(۱۰) بزرگوں کے آثار و تبرکات کی تعظیم، جائز ہے۔ ص ۱۸۲۔
(۱۱) مصنّفِ ’’تقویۃ الایمان‘‘ نے، بِلا شبہ، توہینِ رسول کی ہے۔ ص ۱۹۰۔
(۱۲) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے والِدَین کریمین، مؤمن تھے۔ ص ۱۹۲۔
(۱۳) انبیاے کرام عَلَیْہِمُ السَّلام اور ملائکہ کے سِوا
کوئی بھی، معصوم عَنِ الخطا نہیں ہے۔ ص ۲۷۵۔
(۱۴) خلیفۂ برحق، عَلَی الترتیب، سیدنا صدیقِ اکبر، پھر، سیدنا عمر فاروق، پھر، سیدنا عثمان غنی پھر، سیدنا علی مرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُم، ہیں۔ ص ۲۰۳۔
(۱۵) حضرت امیر معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُ کے سلسلے میں
بدظنی سے زبان اور دل کو بچانا، واجب ہے۔ ص ۲۵۸۔
(۱۶) جو شخص، یزید پلید کو، امامِ برحق اور سیدُ الشُّھَدَاء کو، باغی کہے، گمراہ و گناہ گار ہے۔
اُس پر، توبہ، واجب ہے۔ ص ۲۱۲۔
(۱۷) نبیِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اللہ کے نور ہیں۔ یہی، صحیح عقیدہ ہے۔ ص ۳۰۔
(۱۸) بحقّ نبی، دعا میں کہنا، بمعنی وسیلہ کے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تعلیم سے ثابت ہے۔ ص ۳۰۔
(۱۹) عبدُالنَّبی، عبدُالرَّسول نام رکھنا، جائز ہے۔ ص ۳۷۸۔
(۲۰) حضورِ اَقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو، دَافِعُ البَلاءِ وَالوَبَاءِ وَالقَحطِ

وَالمَرضِ وَالاَلَم کہنا، جائز ہے۔ اور ’’درودِ تاج‘‘ کے تمام مندرجات، درست ہیں۔ ص ۸۱۔
(۲۱) ذِکرِ مولود شریف، ہرگز، بدعتِ سیئہ نہیں، بلکہ اَمرِ مندوب ہے۔ ص ۸۶۔
(۲۲) نامِ اَقدس سُن کر، دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا، مستحب ہے۔ ص ۱۰۷۔
(۲۳) جو شخص، میلاد کی توہین کرے، اُس سے مسلمانوں کو سخت پرہیز کرنا چاہیے۔ ص ۱۰۶۔
(۲۴) فرقۂ وہابیہ، فرقۂ مُفسِدین ہے۔ اس کے پیچھے، نماز، درست نہیں۔
ان کے ساتھ، مجالَست و مخالطت اور ان کو، اپنی مساجد میں آنے دینا
جائز نہیں۔ ص ۲۷۲ و ۲۷۳۔
(۲۵) بِلا تحقیق، کسی پر لَعن طَعن کرنا، اِلزام لگانا، وہابی اور بے ایمان کہنا
ہر مسلمان کے حق میں، کبیرہ ہے۔ ص ۳۱۹۔
(ص ۱۵ تا ص ۱۷۔ مختصر تعارفِ مولانا عبد الباری، فرنگی محلی۔ بقلم مولانا محمد احمد رضا اشرفی مصباحی شیخُ الحدیث جامعہ چشتیہ، خانقاہِ حضرت شیخُ العالم۔ ردولی شریف ضلع بارہ بنکی۔ یو پی۔
درآغاز ’’تَنوِیرُ الصَّحِیفَةِ فِی تَابِعِیَّةِ اَبِی حَنِیفَة‘‘۔ مؤلّفہ حضرت مولانا عبد الباری، فرنگی محلی۔
شائع کردہ: شعبۂ نشر و اشاعت۔ جامعہ چشتیہ، خانقاہِ حضرت شیخُ العالم۔ ردولی شریف۔ ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء)
حضرت مولانا عبد الباری، فرنگی محلی لکھنوی، تمام جدید تحریکات، مثلاً:
تحریکِ خلافت (۱۹۱۹ء) تحریکِ عدمِ تعاون / نان کوآپریشن موومنٹ (۱۹۲۰ء) تشکیلِ جمعیۃ العلماے ہند (۱۹۲۰ء) تحریکِ آزادیِ ہند (۱۹۲۱ء) وغیرہ کا ’’**نقطۂ پرکار**‘‘ تھے۔
مولانا محمد علی جوہر، آپ کے مرید تھے۔ اسی طرح، مولانا حسرت موہانی، آپ کے والد ماجد مولانا عبد الوھّاب، فرنگی محلی کے مرید تھے۔
گاندھی کا، جب بھی، دَورۂ لکھنؤ ہوتا، فرنگی محل میں آپ ہی کے یہاں، قیام رہتا۔
جہاں، اَودھ، وغیرہ کے بیشتر زُعَما و قائدین کی، ہر وقت، آمد و رفت ہوتی رہتی تھی۔
حضرت مولانا عبد الباری، فرنگی محلی لکھنوی (متوفی رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء) بڑے جلیل القدر عالم و فاضل، زعیم و قائد اور صرف لکھنؤ و اودھ نہیں، بلکہ متحدہ ہندوستان کی ممتاز و نمایاں ترین شخصیت اور عظیم حیثیت کے حامل و مالک تھے۔
اَودھ کے سارے سُنّی تعلقہ داران اور خواص و عوام کی نظر میں آپ، نہایت محبوب و محترم تھے۔
تحریکِ خلافت سے تشکیلِ جمعیۃُ العلما تک کے اوّلین مُحرّک اور اصل بانی، آپ ہی تھے۔

تحریکِ آزادیِ ہند، اپنے ابتدائی دَور میں آپ ہی کے گرد، گردش کرتی تھی۔
جو، اگست ۱۹۴۷ء میں اپنے منطقی انجام تک پہنچی۔
علم وفضل وعبادت وریاضت کے ساتھ، اپنے آخری دَورِ حیات میں
سیاست وقیادت کے میدان میں بھی، آپ کی ذات، مرجع اور مرکزِ خواص وعوام تھی۔
آپ نے جد وجہد سے بھر پور زندگی گذاری اور پھر رجب ۱۳۴۴ھ/جنوری ۱۹۲۶ء میں
اپنے خالق ومالکِ حقیقی کی بارگاہ میں پہنچ گئے۔
رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَاسِعَۃً۔

OOO

یٰسٓ اختر مصباحی
دارالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی
فون:- 9560848408
9350902937
ای میل: misbahi786.mk@gmail.com

مؤرخہ
۲۸/ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ
۱۱/اگست ۲۰۱۸ء
بروز شنبہ